9

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اگر انسان حقیقی مومن بن جائے تو اللہ تعالیٰ اُس کے ایمان کی تازگی کے سامان پیدا کرتا رہتا ہے

(فرمودہ 22 مارچ 1957ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ 1 یعنی ہم نے ایسی آیتیں اتاری ہیں جو حقیقتِ حال کو کھول کر رکھ دیتی ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیتے ہیں وہ انہیں سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب ایسی باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو زیادہ تر غیب میں ہوتی ہیں۔ اس لیے وہی مذہب انسان کو فائدہ دے سکتا ہے اور وہی مذہب انسان کو ہدایت دے سکتا ہے جس میں آیاتِ بیّنات ہوں۔ یعنی ایسے نشان ہوں جو کہ غیب کو کھول کر رکھ دیں اور چُھپی ہوئی باتوں کو ظاہر کر دیں۔ اگر غیب غیب ہی رہے اور چُھپی ہوئی بات ظاہر نہ ہو تو پھر مذہب نے کیا فائدہ دیا؟ جہاں تک غیب کی باتوں کا سوال ہے سارے لوگوں کے لیے وہ غیب ہی غیب ہے۔ مذہب ظاہر ہوتا یا نہ ہوتا وہ غیب ہی ہوتا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید غیب میں تھی۔ اگر مذہب نہ آتا تب بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید غیب میں ہی رہتی۔ مذہب کا فائدہ تو تبھی ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کو غیب سے

نکال کر ظاہر میں ہمارے سامنے رکھ دے۔ اگر وہ ایسا کر دے تب تو وہ مذہب ہے لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے تو وہ ایک بے فائدہ چیز ہے کہ جس کے آنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور جس کے نہ آنے سے ہم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔

دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کو کس طرح پورا کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمنوں میں سے ایک ہندہ بھی تھی۔ وہ اتنی شدید دشمن تھی کہ جنگِ اُحد کے موقع پر لوگوں کو شعر پڑھ پڑھ کر بھڑکاتی تھی کہ جاؤ اور اسلامی لشکر پر حملہ کرو اور جب ایک خطرناک موقع مسلمانوں کے لیے آیا تو اس نے کہا جو آدمی حضرت حمزہؓ کا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور ان سے اسے عداوت تھی کلیجہ نکال کر میرے پاس لے آئے۔ اِسی طرح ان کے کان کاٹ کر لے آئے تو میں اسے انعام دوں گی۔ لوگوں میں یہ غلط طور پر مشہور ہو گیا ہے کہ اس نے کلیجہ چبایا تھا۔ کسی صحیح سند سے اس کا ثبوت معلوم نہیں ہوتا۔ درحقیقت اس نے انعام مقرر کیا تھا کہ جو شخص ان کا کلیجہ نکال کر لائے اور کان کاٹ کر لائے تو میں اس کو انعام دوں گی۔ گویا یہ ثبوت ہوگا اس بات کا کہ وہ واقع میں مارے گئے ہیں۔ جنگ کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ کے چچا کی ایسی بے حرمتی کی گئی ہے تو طبعی طور پر آپؐ کے دل میں جوش آیا اور آپ نے فرمایا میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کروں گا۔ جب انہوں نے ابتدا کر دی ہے اور مسلمان شہداء کے ساتھ اِس قسم کا سلوک کیا ہے تو میں بھی اُن کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا۔ تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ تمہیں اس قسم کی باتیں نہیں کرنی چاہییں۔2

اب دیکھو! اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کتنا حکمت والا تھا۔ ہندہ بے شک لڑائی کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں میں سے تھی جو مردوں کو لڑائی کے لیے اُکساتی تھی مگر اُس کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو بعد میں اسلامی لڑائیوں میں مارے گئے یا مارے جانے کے قریب پہنچے۔ اگر ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جاتا جو ہندہ نے حضرت حمزہؓ کی لاش کے ساتھ کیا تھا تو بعد میں جو نشانات ظاہر ہوئے وہ کیسے ظاہر ہوتے۔ مثلاً انہی لوگوں میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہؓ بھی تھا۔ انہی لوگوں میں خالد بن ولیدؓ بھی تھے۔ انہی لوگوں میں عمروؓ بن عاص بھی تھے۔ فرض کرو یہ سب لوگ مارے جاتے اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہوتا جو ہندہ نے حضرت حمزہؓ کی نعش کے ساتھ کیا تھا تو بعد میں ان لوگوں

نے جو قربانیاں کیں اور ان کی وجہ سے جو عزت اسلام کو پہنچی وہ کیسے پہنچتی ؟ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ آپ کو مستقبل کا علم نہیں ہمیں مستقبل کا علم ہے۔ جن لوگوں پر آپ کو اس وقت غصہ آ رہا ہے ان میں سے بعض مستقبل میں اسلام کے لیے بڑی بڑی قربانیاں کرنے والے ہوں گے۔ چنانچہ حضرت عکرمہؓ کی مثال ہی لے لو۔ وہ ابوجہل کے بیٹے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ ایک فرشتہ انگوروں کا ایک خوشہ آپؐ کے پاس لایا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خوشہ کس کے لیے لائے ہو؟ تو اس نے جواب دیا میں یہ خوشہ ابوجہل کے لیے لایا ہوں۔ آپ گھبرا گئے اور اِسی گھبراہٹ میں آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے کہا خدا تعالیٰ کا رسول اور خدا تعالیٰ کا دشمن کیا ایک ہی صف میں کھڑے ہیں کہ اس کے لیے بھی جنت سے انگوروں کا خوشہ آ رہا ہے اور اس کے لیے بھی جنت سے انگوروں کا خوشہ آ رہا ہے۔ جب بعد میں عکرمہ مسلمان ہوا تو آپ نے فرمایا اب میری خواب کی تعبیر مجھ پر کھل گئی ہے۔ ابوجہل سے مُراد اُس کا بیٹا عکرمہؓ تھا جو اسلام لایا۔3 پھر عکرمہؓ اپنے اسلام میں اتنا ترقی کر گیا کہ جب بعد میں عیسائیوں سے جنگیں ہوئیں تو ایک موقع پر بہت سے صحابہؓ شہید ہو گئے۔ صحابہؓ نے خیال کیا کہ یکدم دشمن کے قلبِ لشکر پر حملہ کیا جائے تا کہ وہ آئندہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ جو لوگ اس غرض کے لیے چُنے گئے ان میں عکرمہؓ بھی تھے۔ آپ نے اس کام کے لیے اپنا نام پیش کیا۔ تاریخ میں آتا ہے کہ جس طرح عقاب چڑیا پر جھپٹا مارتا ہے اِسی طرح یہ لوگ دشمن پر حملہ کر کے قلبِ لشکر میں پہنچ گئے لیکن دشمن کا لشکر تعداد میں بہت زیادہ تھا اور یہ لوگ صرف ساٹھ تھے۔ دشمن کا لشکر دس ہزار کا تھا۔ اس لیے یہ لوگ قلبِ لشکر میں تو پہنچ گئے اور جرنیل مرعوب ہو کر بھاگ گیا۔ لیکن چونکہ یہ لوگ دس ہزار تلواروں میں سے گزر رہے تھے اس لیے زخمی ہو کر گر گئے۔ جب جنگ کے بعد مسلمان ان لوگوں کی خبر لینے کے لیے گئے تو انہوں نے ان میں سے آٹھ دس زخمیوں کو میدانِ جنگ میں پڑے پایا۔ باقی شاید دشمن کے دھکیلنے کی وجہ سے اِدھر اُدھر ہو گئے تھے۔ بہرحال مسلمانوں نے ان میں سے آٹھ دس آدمی زخمی ہونے کی صورت میں میدانِ جنگ میں پڑے دیکھے۔ مُلک گرم تھا اور شاید وقت بھی گرمی کا تھا اور پھر دس ہزار آدمیوں میں سے رستہ نکالنے اور تلواریں مارتے چلے جانے سے ان کے جسموں سے پسینہ بھی نکلا جس کی وجہ سے انہیں پیاس بڑی شدت سے لگی ہوئی تھی، زبانیں اُن کی باہر نکلی ہوئی تھیں اور وہ پانی کے لیے تڑپ

رہے تھے۔ایک مسلمان سپاہی نے عکرمہؓ کو پہچان لیا اور پانی کی چھاگل لے کر ان کے پاس گیا اور کہا آپ کو پیاس لگی ہوئی ہے پانی پی لیں۔عکرمہؓ نے اُس کے ہاتھ سے چھاگل لے لی اور اُس سے پانی پینے لگے لیکن دوسری طرف نگاہ ڈالی تو دوسرے مسلمان بھی پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے تھے۔انہوں نے پانی کا کوئی قطرہ پیے بغیر چھاگل اُس مسلمان سپاہی کو واپس کر دی اور کہا وہ دیکھو! دوسرے مسلمان پیاس کی وجہ سے تڑپ رہے ہیں اُن لوگوں نے اسلام کے لیے مجھ سے زیادہ خدمت کی ہے اور اس کے لیے قربانیاں کی ہیں اس لیے وہ لوگ مجھ سے زیادہ مستحق ہیں۔چنانچہ وہ مسلمان سپاہی دوسرے زخمی مسلمان کے پاس گیا اور اُس سے پانی کے لیے کہا مگر اُس نے بھی انکار کر دیا اور کہا دوسرے زخمی مسلمان کو پانی پلاؤ وہ مجھ سے زیادہ مستحق ہے۔چنانچہ وہ اگلے مسلمان کے پاس گیا لیکن اُس نے بھی انکار کر دیا اور دوسرے مسلمان کو پانی پلانے کے لیے کہا۔الغرض وہ مسلمان سپاہی چھاگل لے کر ان میں سے ہر ایک کے پاس گیا لیکن ان میں سے ہر ایک نے پہلے دوسرے کو پانی پلانے کے لیے کہا۔جب وہ آخری مسلمان کے پاس پہنچا تو وہ مر چکا تھا۔پھر وہ عکرمہؓ کی طرف واپس لَوٹا تو ان کی جان بھی نکل چکی تھی۔4

تو دیکھو! یہ کتنی بڑی قربانی تھی جو عکرمہؓ نے کی۔یہ دیکھنے والوں کے لیے ایک نشان تھا۔جب مسلمانوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ سنا ہوگا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک فرشتہ انگوروں کا ایک خوشہ لایا ہے اور میں نے دریافت کیا کہ یہ خوشہ کس کے لیے ہے؟ تو اس نے جواب دیا یہ ابوجہل کے لیے ہے جس کی وجہ سے میں گھبرا گیا اور اس گھبراہٹ کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے کہا کیا خدا تعالیٰ کا دشمن اور اس کا رسول برابر ہو سکتے ہیں؟ اور بعد میں انہوں نے یہ واقعہ دیکھا ہوگا کہ کس طرح عکرمہؓ نے خطرناک حالات میں اپنی جان کی قربانی پیش کی۔وہ پانی کے ایک قطرہ کے لیے تڑپتے ہوئے فوت ہو گئے لیکن پانی کو اس لیے نہیں چُھوا کہ جب تک میرے دوسرے مسلمان بھائی سیر نہ ہو جائیں میں پانی نہیں پیوں گا۔تو ان کا ایمان کس طرح بڑھا ہوگا اور انہوں نے کہا ہوگا کہ اوّل تو عکرمہؓ کا اسلام لانا ہی ناممکن تھا۔پھر اس کا اسلام لانے کے بعد اتنی بڑی قربانی کرنا ناممکن تھا مگر خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رؤیا دکھایا تھا اس نے وہ پورا کر کے دکھا دیا اور یہ واقعہ آیاتِ بیّنات میں سے تھا جسے دیکھ کر مسلمانوں کے ایمان خدا تعالیٰ پر اور اسلام

کی سچائی پر اَور زیادہ پختہ ہو گئے۔

چونکہ لوگ تاریخ کے واقعات نہیں پڑھتے اس لیے انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں سے بعض واقعات کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ یہ تو بہتوں کو پتا ہے کہ کس طرح عکرمہؓ نے پیاس کی وجہ سے تڑپتے ہوئے جان دے دی اور کہا کہ جب تک اس کے ساتھی سیر نہ ہو لیں وہ پانی نہیں پی سکتے۔ پھر ابوجہل کے واقعات کا بھی ان کو علم ہے مگر اس بات کا بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ خود عکرمہؓ کے دل میں ایمان لانے سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنا بُغض تھا اور ایمان لانے کے بعد وہ آپ کی محبت میں اس طرح بدلے کہ آپ کی ذات تو الگ رہی وہ آپ کے صحابہؓ کی خاطر قربانی کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

تاریخ میں آتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپ نے فرمایا مسلمانوں کے ان بڑے بڑے دشمنوں کو جو انہیں تکلیف دیتے تھے گرفتار کیا جائے اور قتل کیا جائے انہیں لوگوں میں عکرمہ بھی تھے۔ فتح مکہ کے بعد عکرمہ جان بچانے کے لئے حبشہ کی طرف بھاگ گئے۔ ان کی بیوی دل سے مسلمان ہو چکی تھی وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! میرا خاوند عکرمہ اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ گیا ہے اور حبشہ کی طرف چلا گیا ہے۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہ! کیا یہ اچھا ہے کہ آپ کے چچا کا بیٹا آپ کے ماتحت رہے یا یہ اچھا ہے کہ وہ غیروں کی حکومت میں رہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ بھاگا کیوں ہے؟ ہم نے تو اُسے ملک سے باہر نہیں نکالا۔ عکرمہ کی بیوی نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! وہ جانتا تھا کہ آپ نے چند ایسے لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں کو دکھ دیا کرتے تھے اور چونکہ وہ بھی مسلمانوں کو دکھ دیا کرتا تھا اس لیے وہ جانتا تھا کہ اگر وہ یہاں رہا تو مارا جائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا تو کوئی ارادہ نہیں تھا کہ اُسے قتل کیا جائے۔ اُس نے مکہ سے بھاگ کر چلے جانے کی غلطی کی ہے۔ عکرمہ کی بیوی نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! اب اس کے واپس آنے کی اَور تو کوئی صورت نہیں یہی ہو سکتا ہے کہ میں بندرگاہ پر خود جاؤں اور اُس کو سمجھا کر واپس لاؤں۔ کیا آپ مجھے ایسا کرنے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! میری طرف سے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ عکرمہؓ کی بیوی نے کہا یَارَسُوْلَ اللّٰہ! آپ جانتے ہیں کہ وہ ابوجہل کا بیٹا ہے اور ابوجہل اپنی قوم کا سردار تھا۔ ابھی اسلام کی سچائی کا اسے علم نہیں۔ اس نے صرف یہی نشان دیکھا ہے کہ آپؐ فاتح

ہو گئے ہیں اور مکہ والوں پر غالب آ گئے ہیں جس کی وجہ سے وہ جان کے خوف کے مارے مکہ سے بھاگ گیا ہے۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہ ! میں بندرگاہ پر جا کر اُس کو واپس آنے کے لیے کہوں گی لیکن اگر اُس نے یہ کہا کہ میں نے اسلام کو کبھی بھی قبول نہیں کرنا۔ ہاں ! اگر اس کی حقانیت میرے دل پر ظاہر ہوگئی تو میں اسے قبول کر لوں گا اس سے پہلے میں قبول نہیں کروں گا تو یَارَسُوْلَ اللّٰہ ! پھر کیا بنے گا؟ آپؐ نے فرمایا اسے کہہ دینا کہ اگر وہ اسلام قبول نہ بھی کرے پھر بھی ہم اُسے کچھ نہیں کہیں گے۔ وہ اپنی مرضی سے اسلام کو قبول کرے تو کرے ہم اُس پر کوئی جبر نہیں کریں گے۔ چنانچہ وہ بندرگاہ پر گئی۔ جہاز چلنے ہی والا تھا اور اس طرح عکرمہؓ عرب کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کے لیے تیار تھے کہ پراگندہ سر اور پریشان بیوی اُن کے پاس پہنچی اور کہا اے میرے چچا کے بیٹے ! (عرب عورتیں اپنے خاوندوں کو چچا کا بیٹا کہا کرتی تھیں) تُو مجھے یہ بتا کہ اپنی قوم کے آدمی کی غلامی میں رہنا اچھا ہوتا ہے یا کسی غیر کی غلامی میں؟ عکرمہؓ نے کہا اپنی قوم کے کسی شخص کی غلامی میں رہنا بہرحال بہتر ہے۔ اِس پر اُن کی بیوی نے کہا پھر تُو حبشہ کو چلا ہے۔ حبشہ والے تو غیر ہیں اور محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں اور ہم قوم ہیں۔ پھر اگر محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے ہم مذہب نہیں تو حبشہ والوں کا مذہب بھی تو اَور ہے۔ تُو کیوں اپنے ملک میں واپس نہیں چلا جاتا؟ عکرمہؓ نے کہا بیوی ! میں تو اس لیے بھاگا ہوں کہ محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے مجھے مار ڈالنا تھا۔ بیوی نے کہا یہ بات غلط ہے اور تمہاری بدظنی ہے۔ میں خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مل کر آئی ہوں اور آپؐ نے کہا ہے کہ میرا عکرمہ کو مارنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ وہ بے شک اپنے ملک میں واپس آ جائے۔ پھر اُسے جو شُبہ تھا وہی ہوا۔ عکرمہؓ نے کہا بیوی ! میں واپس تو چلا جاؤں لیکن وہ مجھے مسلمان ہونے پر مجبور کریں گے اور میں نے اسلام قبول نہیں کرنا۔ ہاں ! اسلام کی صداقت میرے دل پر واضح ہوگئی تو مجھے اس کے قبول کرنے میں کوئی عُذر نہیں ہوگا۔ لیکن اُس وقت تک کہ اسلام کی صداقت مجھ پر واضح ہو جائے میں اپنے باپ دادا کے مذہب پر قائم رہوں گا۔ اگر وہ مجھے اس بات کی اجازت دے دیں تو میں واپس آ جاؤں گا ورنہ نہیں۔ بیوی نے کہا میں یہ بات بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کر آئی ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس پر کوئی جبر نہیں کریں گے۔ وہ جس مذہب پر چاہے قائم رہے ہم اُسے ہرگز اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کریں گے اور یہ نہیں کہیں گے کہ وہ اپنا مذہب ترک کر دے اور اس کے ساتھ محبت کا

سلوک کریں گے۔ عکرمہ کو اپنی بیوی کی باتوں کی وجہ سے اطمینان ہو گیا اور وہ مکہ واپس آ گیا۔ مکہ واپس آ کر عکرمہ نے اپنی بیوی سے کہا مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چل۔ چنانچہ وہ انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئی۔ جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کیا اے محمد! (ابھی رسول اللہ کہنے کی انہیں توفیق نہیں ملی تھی) میری بیوی میرے پاس گئی تھی اور کہتی تھی کہ آپ نے کہا ہے عکرمہ بے شک واپس آ جائے ہم اُسے قتل نہیں کریں گے اور نہ اس کے کسی قصور پر گرفت کریں گے کیا یہ سچ ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! تمہاری بیوی سچ کہتی ہے۔ عکرمہ نے پھر کہا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے اسے کہا تھا کہ میں واپس تو چلا جاؤں مگر وہ مجھے مسلمان ہونے کے لیے مجبور کریں گے اور میں ابھی اسلام کی صداقت کا قائل نہیں۔ اس لیے میں اسلام کے قبول کر لینے کے لیے تیار نہیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا اور میں نے اسلام قبول نہ کیا تو پھر مجھے دوبارہ بھاگنا پڑے گا۔ تو میری بیوی نے کہا تھا کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بات کر آئی ہوں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ بے شک جس مذہب پر چاہے رہے ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری بیوی ٹھیک کہتی ہے۔ میں نے یہی کہا تھا۔ عکرمہؓ نے کہا پھر میں بے شک مشرک رہوں اور اپنے باپ دادا کے مذہب پر قائم رہوں آپ مجھے کچھ نہیں کہیں گے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں۔ تم بے شک اپنے باپ دادا کے مذہب پر قائم رہو ہم تمہیں مسلمان ہونے کے لیے مجبور نہیں کریں گے، تمہیں پوری آزادی دیں گے اور تمہارے ساتھ حُسنِ سلوک کریں گے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عکرمہؓ کے دل میں اسلام کی صداقت آئی۔ جب اُس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حوصلہ دیکھا تو اس نے سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کے رسول کے سوا ایسی بات کوئی نہیں کہہ سکتا اور بے اختیار ہو کر کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور پھر شرم سے اپنا سر جھکا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی حیا کی حالت کو دیکھ کر اُن کے دل کی تسلی کے لیے فرمایا۔ عکرمہؓ! ہم نے تمہیں صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس سے زائد یہ بات بھی ہے کہ ہم تمہیں بڑے بڑے انعامات دیں گے۔ عکرمہؓ نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مجھے انعاموں کی ضرورت نہیں۔ مجھے صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ

میرے گناہ بخش دے۔ آپ خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ میں نے جو آپؐ کی دشمنیاں کی ہیں وہ مجھے معاف کر دے۔ اس پر آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی[5]۔

اب دیکھو! عکرمہ اتنا سخت بغیض دشمنِ اسلام تھا لیکن اس کے باوجود وہ اسلام لایا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے لیے نہیں، حضرت ابوبکرؓ کے لیے نہیں، حضرت عمرؓ کے لیے نہیں بلکہ معمولی مسلمانوں کے لیے جنہوں نے عیسائیوں کے مقابلہ میں شہادت حاصل کی تھی۔ اُس نے اتنی بڑی قربانی کی کہ وہ پیاس کی وجہ سے تڑپتے ہوئے مر گیا لیکن اُس نے یہ برداشت نہ کیا کہ اس کے منہ میں پانی کا قطرہ پڑ جائے اور اُس کے مسلمان بھائی پیاس کی وجہ سے تڑپتے رہیں۔ اب یہ کتنا بڑا نشان تھا اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آپ کا رؤیا سنا تھا کہ ابوجہل کے لیے جنت سے انگوروں کا ایک خوشہ آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں اُس وقت تو سخت گھبرا گیا کہ خدا تعالیٰ کا رسول اور اُس کا دشمن دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ لیکن جب عکرمہؓ مسلمان ہوا تو اس رؤیا کی تعبیر سمجھ میں آ گئی اور معلوم ہوا کہ اس سے مُراد عکرمہؓ تھا۔ درحقیقت عکرمہؓ اُس زمانہ میں اپنے دلی بُغض کے لحاظ سے ابوجہل کا مثیل تھا۔ اس لیے آپؐ نے جو یہ دیکھا کہ ابوجہل کے لیے جنت کے انگوروں کا خوشہ آیا ہے تو یہ ٹھیک تھا۔ عکرمہؓ ابوجہل کا مثیل تھا اس لیے رؤیا میں اسے ابوجہل ہی کہا گیا۔ پھر وہ اسلام لایا اور اسلام کے لیے اِس قدر قربانیاں کیں کہ انسان انہیں دیکھ کر حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اب جس شخص نے یہ نشان دیکھا اُس کے دل میں کتنی خوشی ہوئی ہو گی۔ انہی نشانات کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ۔ ہم نے قرآن کریم کے ذریعہ ایسے نشانات نازل کر دیئے ہیں جو خدا تعالیٰ کو ننگا کر کے انسان کے سامنے کھڑا کر دیتے ہیں۔ غیروں کے لیے تو خدا تعالیٰ ایک پوشیدہ چیز ہے مگر مسلمانوں کے لیے وہ پوشیدہ چیز نہیں۔ کیونکہ وہ نشانات کے ذریعہ سے ان کے سامنے کُھل کر آ جاتا ہے۔

دوسری مثال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں حضرت عمروؓ بن عاص کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ ابتدائی صحابہؓ میں سے تھے اور اپنے باپ سے بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپ مسجد میں بیٹھے رہتے تھے تا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر سے باہر نکلیں اور کوئی بات کریں تو اُسے لکھ لیں

اور ان کو لکھنا آتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی احادیث لکھا کرتے تھے مگر بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا میں قرآن کریم لکھواتا ہوں اس لیے ایسا نہ ہو کہ کوئی لکھی ہوئی چیز دیکھ کر لوگوں کو یہ شُبہ پیدا ہو کہ وہ بھی قرآن کریم کا ہی حصہ ہے۔ جب ان کے والد عمروؓ بن عاص فوت ہونے لگے تو یہ ان کی خبر لینے کے لیے گئے۔ موت کے وقت اُن کی حالت کرب اور گھبراہٹ کی تھی۔ کبھی آپ اِدھر کروٹ بدلتے اور کبھی اُدھر کروٹ لیتے اور کہتے یا اللہ! مجھے معاف کر۔ مجھے معلوم نہیں میں نے کیا کیا گناہ کیے ہیں۔ عبداللہ بن عمروؓ نے کہا باپ! آپ گھبراتے کیوں ہیں؟ آپ کا انجام تو اچھا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق دی اور اب تک اسلام پر قائم رکھا۔ پھر آپ کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حضرت عمروؓ بن عاص کہنے لگے میرے بیٹے! تم ٹھیک کہتے ہو خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے کی توفیق دی لیکن کاش! میں اُسی وقت مارا جاتا اور مجھے شہادت نصیب ہو جاتی۔ میرے بیٹے! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں لڑائیاں ہوئیں اور میں ان میں حضرت معاویہؓ کی طرف سے حصہ لیتا رہا۔ مجھے پتا نہیں کہ ان لڑائیوں میں مجھ سے کیا کیا غلطیاں ہوئیں۔ اس خیال کے آنے پر مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے کہ معلوم نہیں خدا تعالیٰ مجھے معاف بھی کرے گا یا نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا میرے بیٹے! جب میں اسلام کا دشمن تھا تو میری دشمنی کا یہ حال تھا کہ اگر مجھے پتا لگتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سامنے گلی میں آ رہے ہیں تو میں اپنی آنکھیں بند کر لیتا تا مجھے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ آپ کی منحوس شکل نظر نہ آئے۔ اور اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے رشتہ دار ہیں اُن کا حلیہ کیا ہے؟ تو میں آپ کا حلیہ نہیں بتا سکتا تھا۔ کیونکہ جب ان کی شکل سامنے آتی تھی میں آنکھیں بند کر لیتا تھا۔ پھر جب میں ایمان لایا تو خدا تعالیٰ نے مجھے ایسا ایمان بخشا کہ آپؐ کی محبت اور رُعب کی وجہ سے میں آپؐ کے چہرہ پر نظر نہیں ڈالتا تھا بلکہ آپؐ کے سامنے میں ہمیشہ اپنی آنکھیں بند رکھتا۔ میں خیال کرتا تھا کہ آپ اتنے معزز اور اتنے اعلیٰ مقام پر ہیں کہ میرے جیسے ذلیل آدمی کو آپؐ کا چہرہ دیکھنے کا کوئی حق نہیں۔ اے میرے بیٹے! کفر کی حالت میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے سامنے آئے اور ایمان کی حالت میں بھی

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے سامنے آئے لیکن اگر اب بھی مجھ سے کوئی پوچھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلیہ کیا ہے تو میں نہیں بتا سکتا6 کیونکہ کفر میں بُغض کی وجہ سے میں نے آپؐ کی شکل نہیں دیکھی اور ایمان میں محبت اور رُعب کی وجہ سے میں نے آپؐ کی شکل نہیں دیکھی۔

اب دیکھو! عاص جیسے شدید دشمنِ اسلام کا بیٹا جو ایمان لانے سے پہلے خود بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سخت بُغض رکھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ایمان لانے کی سعادت بخشی اور اسے ایسا مقام دیا کہ اس نے اسلام کے لیے بڑی بڑی جنگیں لڑیں اور مصر کو اسلام کے لیے فتح کیا۔ حضرت عمروؓ بن عاص اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت خالدؓ بن ولید سے مل کر جنگِ اُحد کے موقع پر مسلمانوں پر حملہ کیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زخمی ہو کر دوسرے زخمیوں پر گر گئے تھے اور مسلمانوں کو شُبہ ہو گیا تھا کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔ ایسے شدید دشمنِ اسلام کو خدا تعالیٰ نے ایمان نصیب کیا۔ تو یہ کتنی بڑی بات تھی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اُس کے کناروں سے سمیٹتے چلے آ رہے ہیں7 یعنی ان بڑے بڑے کافروں کی اولادیں مسلمان ہو رہی ہیں۔ مسلمان جب پڑھتے ہوں گے کہ اسلام کے شدید دشمنوں ولید اور عاص کی اولاد اسلام کی گود میں آ گئی اور ان کے بیٹوں نے اسلام لانے کے بعد بڑی بڑی قربانیاں کیں تو ان کا ایمان کس قدر بڑھتا ہوگا۔

پھر میں نے ہندہ کا واقعہ سنایا تھا۔ اس کے بُغض کی یہ کیفیّت تھی کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ نکلوایا اور آپ کے کان کٹوائے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ فتح کیا تو آپؐ نے جن لوگوں کے گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا تھا ان میں ہندہ بھی شامل تھی کیونکہ اُس نے بھی کئی مسلمانوں کو قتل کروایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ہندہ بھی پکڑی جائے اور قتل کی جائے۔ آپؐ نے سات آٹھ آدمی بتائے تھے کہ اُن سب کو پکڑ لیا جائے اور قتل کیا جائے۔ ان میں آپ نے ہندہ کا نام بھی لیا تھا۔ جب عورتوں کی بیعت کا وقت آیا اور آپ نے بیعت لینی شروع کی تو ہندہ بھی منہ چھپائے ان میں جا بیٹھی اور بیعت میں شامل ہو گئی۔ جب قرآنی ہدایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ اقرار لیا کہ ہم چوری نہیں کریں گی، زنا نہیں کریں گی، جھوٹ نہیں بولیں گی، شرک نہیں کریں گی تو اِس آخری فقرہ پر کہ ہم شرک نہیں کریں

گی ہندہ بول اُٹھی کہ یَارَسُولَ اللّٰہ! آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا ہم اب بھی شرک کریں گی؟ ہم مکہ والے متحد ہو کر آپ کے مقابلہ پر آئے۔ سارا عرب ہمارے ساتھ تھا اور آپؐ اکیلے تھے۔ ہم نے آپ کے ساتھ لڑائی کی۔ آپؐ نے کہا خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے اور وہ میری مدد کرے گا اور ہم نے کہا آپ کا خدا جھوٹا ہے وہ آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ ہمارے بُت آپ کے خدا سے زیادہ طاقتور ہیں وہ آپ کے خلاف ہماری مدد کریں گے۔ لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہ کہ باوجود اس دعویٰ کے ہم ہار گئے اور آپ جیتے۔ اگر ہمارے بتوں میں کوئی طاقت ہوتی تو ہم جیت نہ جاتے۔ باوجود اِس کے کہ انسانی طاقت ہمارے ساتھ تھی، قوم ہمارے ساتھ تھی، عرب کے تمام سردار ہمارے ساتھ تھے، تجربہ کار جرنیل ہمارے ساتھ تھے، اگر ہمارے بُت کمزور بھی ہوتے تب بھی ہمارے پاس اتنی طاقت تھی کہ ہم آپ کو شکست دے دیتے لیکن ہم ہارے۔ اس سے صرف یہی پتا نہیں لگتا کہ ہمارے بتوں میں کوئی طاقت نہیں تھی بلکہ یہ بھی پتا لگتا ہے کہ آپؐ کے خدا میں طاقت تھی اور اس نے ایک اکیلے اور کمزور آدمی کو ہمارے سروں پر لا کے بٹھا دیا۔ اب ہم شرک کیسے کر سکتے ہیں؟ اب تو یہ بات ہم پر واضح ہو گئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ۔ ہم نے ایسے نشانات ظاہر کیے ہیں کہ جو حقیقتِ حال کو کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ اب دیکھو! فتح مکہ ہندہ جیسی ظالم عورت کی آنکھیں کھولنے کا موجب ہو گئی اور اس طرح اس کو نظر آ گیا کہ خدا تعالیٰ اور اسلام کی سچائی میں کوئی شُبہ نہیں۔ جب ہندہ کی آواز رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سنی تو آخر یہ لوگ آپؐ کے رشتہ دار تھے اور آپؐ اُن کی آوازیں پہچانتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہندہ! ہندہ دوپٹا اوڑھے عورتوں میں چُھپی ہوئی بیٹھی تھی اور سمجھتی تھی کہ مجھے کون دیکھتا ہے۔ جب آپؐ نے ہندہ کہا تو اس نے سمجھا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تو تمہارے متعلق اعلان کیا تھا کہ جہاں پکڑی جاؤ قتل کی جاؤ۔ اب تُو یہاں بیٹھی ہے؟ اس لیے اب تمہیں پکڑا جائے گا۔ وہ جھٹ بول پڑی کہ یَارَسُولَ اللّٰہ! میں اب آپ کی حکومت سے باہر نکل چکی ہوں۔ اب میں مسلمان ہو گئی ہوں اور مسلمان پر نہ آپ کا قبضہ ہے اور نہ کسی اَور کا قبضہ ہے۔ بلکہ اس پر خدا تعالیٰ کا قبضہ ہے اور خدا تعالیٰ نے اسلام لانے پر میرے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اب میں نے آپ کی بیعت کر لی ہے اور مسلمان ہو گئی ہوں اس لیے اَب آپ مجھے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے فرمایا ہندہ! تُو ٹھیک کہتی ہے۔ واقع میں اب میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ اسلام نے تمہارے سارے پچھلے گناہوں کو

معاف کر دیا ہے۔8

جیسے ہندہ کے لیے فتح مکہ آیاتِ مبیّنات میں سے تھی۔ اِسی طرح اس کی یہ گفتگو ہمارے لیے آیاتِ مبیّنات میں سے ہے کہ ایسی شدید دشمنِ اسلام عورت کو خدا تعالیٰ نے ہدایت دے دی اور اُس کا دل کھل گیا۔ اور پھر ایسا دل کھلا کہ وہ بعد میں عیسائیوں کے مقابلہ میں لڑی جانے والی جنگوں میں شامل ہوئی۔ اس کا ایک لڑکا یزید 9 جو حضرت معاویہؓ سے بڑا تھا اور نہایت مخلص تھا اور اس کا خاوند ابوسفیان جو اسلام لانے سے پہلے اسلام کا شدید دشمن تھا دونوں عیسائیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے ایک جنگ میں شامل ہوئے۔ عیسائیوں کا لشکر بہت بڑا تھا اور مسلمانوں کی تعداد اس کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ اس جنگ میں ایک موقع پر اسلامی لشکر پیچھے کو بھاگا۔ بھاگنے والوں میں ابوسفیان اور ان کے بیٹے یزید بھی تھے۔ پیچھے عورتیں کھڑی تھیں۔ اگر اُس وقت مسلمانوں کے قدم نہ جمتے تو مدینہ تک دشمن کے راستہ میں کوئی روک نہیں تھی۔ عیسائی لشکر آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ ہندہ نے مسلمان سپاہیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو اس نے عورتوں کو جمع کیا اور کہا مردوں کے پاؤں اُکھڑ گئے ہیں۔ آؤ! اب ہم اسلام کے لیے لڑائی کریں۔ انہوں نے کہا ہم کیا کر سکتی ہیں؟ ہمارے پاس کیا سامان ہے؟ ہندہ نے کہا سامان تو نہیں ہے لیکن ایک چیز ہے۔ خیموں کی چوبیں اتار لو اور ہاتھ میں لے لو۔ مسلمان سپاہی جو دوڑتے ہوئے آ رہے ہیں اُن کے اونٹوں کو ان چوبوں سے مارو اور کہو بے شرمو! تم کافروں سے بھاگ رہے ہو؟ چنانچہ عورتوں نے چوبیں اُتار لیں اور ہندہ نے بھی ایک چوب اتار لی اور سب عورتوں کو ساتھ لے کر بھاگتے ہوئے اسلامی لشکر کے آگے کھڑی ہو گئی۔ سب سے آگے اُس کا خاوند ابوسفیان اور اُس کا بیٹا یزید تھے۔ عورتوں نے اُن کے اونٹوں کے مونہوں پر چوبیں ماریں اور کہا بے شرمو! تمہیں شرم نہیں آتی؟ تم کافروں کے مقابلہ میں شکست کھا کر پیچھے بھاگے چلے آ رہے ہو؟ اس موقع پر ہندہ نے ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہا جب تُو کافر تھا تو بہادری کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر تُو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر حملہ کرنے جایا کرتا تھا۔ اب تُو مسلمان ہو گیا ہے اور اسلام کی خاطر تمہیں جنگ لڑنی پڑی ہے تو تُو عیسائیوں کو پیٹھ دکھا رہا ہے اور بھاگ رہا ہے۔ تمہیں ایسا کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ اِس کا ابوسفیان پر ایسا اثر ہوا کہ اُس نے اپنے بیٹے کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا بیٹا! عورتوں کے سونٹے عیسائیوں کی تلواروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ چلو! واپس لَوٹو۔ اس کے نتیجہ میں

چاہے ہم مرجائیں یا جیئیں اس کی پروا نہیں۔ بہرحال ہمیں ان عورتوں کے سونٹے کھانا مناسب نہیں۔ ہم ان کے طعنے نہیں برداشت کر سکتے۔ عیسائیوں کی تلواریں کھانا ان سے سہل امر ہے۔ چنانچہ وہ دونوں واپس لَوٹے۔ اِسی طرح اسلامی لشکر بھی واپس لوٹا اور بعد میں مسلمانوں کو عیسائیوں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہوئی۔

یہ تھی وہ ہندہ جو ایک وقت میں اسلام کی اتنی شدید دشمن تھی کہ وہ شعر پڑھ پڑھ کر کُفّار کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے اُکساتی تھی۔ فتح مکہ کے بعد اس کے قتل کا فتویٰ جاری کیا گیا۔ لیکن قبل اس کے کہ اسے گرفتار کیا جاتا وہ عورتوں میں چھپ کر بیعت میں شامل ہوگئی۔ کیا اس کے متعلق اس وقت کوئی انسان یہ خیال کرسکتا تھا کہ کسی وقت یہ عورت اسلام کے لیے قربانی کرے گی؟ لیکن وہی ہندہ جو اسلام کی شدید دشمن تھی اسلام لانے کے بعد اسلامی فتوحات میں حصہ دار بن گئی۔

غرض تاریخِ اسلامی کا ایک ایک واقعہ پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ کے مطابق ایک ایسا نشان ہے جس نے حقیقتِ حال کو کھول کر سامنے رکھ دیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ اے مسلمانو! تم پر اسلام میں داخل ہونا کوئی بوجھ نہیں کیونکہ دوسرے لوگوں کے لیے ان کے مذہب غیب ہیں لیکن تمہارا مذہب وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی غیبی طاقتوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی اَور مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔

پھر دیکھ لو! یہ نمونہ آج تک چلا آ رہا ہے۔ اسلام میں ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوئے جو لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ کے ذریعہ اسلام کی روشنی کو ثابت کرتے رہے۔ ابتدائی زمانہ میں حضرت جنید بغدادیؒ تھے، سید عبدالقادر جیلانیؒ تھے، شبلیؒ تھے اور ابراہیم ادھمؒ تھے، ابن تیمیہؒ تھے، ابن قیمؒ تھے، امام غزالیؒ تھے اور ان کے علاوہ کئی اَور بزرگ تھے۔ پھر آخری زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ ہوئے، خواجہ باقی باللہؒ ہوئے، معین الدین چشتیؒ ہوئے، نظام الدین اولیاءؒ ہوئے، قطب الدین بختیار کا کیؒ ہوئے، فریدالدین شکر گنجؒ پاک پٹن والے ہوئے۔ یہ سب لوگ خدا تعالیٰ کا قُرب پا کر آیاتِ بینات کا مقام حاصل کر گئے تھے۔ ان میں سے ہر شخص کو دیکھ کر لوگ اپنا ایمان تازہ کرتے تھے۔ جب ان کا نور دُھندلا ہوا تو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے اندر پیدا کیا اور ان کا وجود ہمارے لیے آیاتِ بینات بن گیا۔ جو شخص بھی آپ کے پاس بیٹھا

اُس کو قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی نظر آ گئی اور کوئی چیز اس کو اسلام سے ہٹانے والی نہ رہی۔

ہمارے منشی اروڑے خاں صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک پرانے صحابی تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کپورتھلہ آنے کے لیے لکھا اور کہا آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں تو یہاں کے رہنے والے بھی آپ کی زیارت کریں اور آپ کی باتیں سنیں۔ منشی صاحب سنایا کرتے تھے کہ ایک دن میں ایک دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ کپورتھلہ میں ایک شخص تھا جو کسی مجسٹریٹ کا کلرک تھا اور احمدیت کا بڑا دشمن تھا۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یکّہ پر سے اُترتے ہوئے دیکھ لیا تو بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا منشی صاحب آپ یہاں بیٹھے ہیں اور آپ کا پیر اڈے پر یکّہ پر سے اُتر رہا ہے۔ منشی صاحب سنایا کرتے تھے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں کپورتھلہ آنے کی درخواست تو کی تھی اور آپ نے میری اس درخواست کو قبول فرما کر کپورتھلہ آنے کا وعدہ بھی کیا تھا مگر میرا خیال تھا کہ آپ کو کپورتھلہ آنے کی فرصت ہی کہاں مل سکتی ہے۔ اس لیے جب اُس کلرک نے مجھے آپ کی آمد کی اطلاع دی تو مجھے اُس کی بات پر یقین نہ آیا اور میں نے سمجھا کہ یہ مجھ سے مذاق کر رہا ہے۔ چنانچہ مجھے اس پر سخت غصہ آیا۔ میں نے غصہ میں اپنی جوتیاں تو دکان پر چھوڑیں اور ننگے پاؤں اس شخص کے پیچھے بھاگا اور اس کو مغلّظ گالیاں دیتے ہوئے کہا خبیث! تُو جھوٹ بولتا ہے، تُو مخول کرتا ہے اور میرا دل دُکھاتا ہے۔ وہ میرے آگے بھاگتا چلا جا رہا تھا۔ ایک جگہ اس نے ذرا ٹھہر کر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا میں نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے۔ تم مجھے گالیاں دیتے رہو گے اور مرزا صاحب کسی اَور گھر میں چلے جائیں گے۔ چنانچہ میں اڈے کی طرف گیا تو آپ تشریف لا رہے تھے۔

انہی منشی صاحب کا یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کپورتھلہ گئے۔ لوگ آپ کو ان کے پاس لے گئے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب تقریر کرنے لگے۔ تقریر میں انہوں نے بہت سی دلیلیں دیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نَعُوْذُ بِاللّٰہِ جھوٹے ہیں۔ منشی صاحب بہت کم تعلیم والے تھے۔ وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ مولوی صاحب! ابھی تو

شروع رات ہے اگر آپ ساری رات بھی دلیلیں دیتے رہیں تو اُن کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میں نے حضرت مرزا صاحب کو نہیں چھوڑنا۔ کیونکہ میں نے کتابیں پڑھ کر انہیں نہیں مانا۔ بلکہ انہیں دیکھ کر اُن پر ایمان لایا ہوں آپ ساری رات کیا سارا سال بھی دلیلیں دیتے رہیں اور ساری دلیلیں دے لیں میں نے ان کی شکل دیکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ منہ جو میں نے دیکھا ہے جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ میرے دل اور میری آنکھوں نے اس مبارک شکل کو دیکھ کر یقین کرلیا ہے کہ یہ شخص جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ جس شخص کی سچائی کو میرا دل مان چکا ہے، جس شخص کی سچائی کو میری آنکھیں مان چکی ہیں آپ کی باتیں مجھے اس سے ہٹا نہیں سکتیں۔ آپ کہیں تو میں ساری رات یہاں بیٹھتا ہوں بلکہ سارا سال یہاں بیٹھتا ہوں۔ اگر آپ میرے ایمان کو ذرا سا بھی ڈگمگا لیں تو آپ سچے اور میں جھوٹا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ میں نے نشان دیکھ لیا ہے۔ میں نے آپ کی شکل دیکھ لی ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ شخص جھوٹ نہیں بول سکتا ہے۔ یہ تو منشی اروڑے خان صاحب کی شہادت ہوئی۔

ابھی حال ہی میں سر ڈگلس فوت ہوئے ہیں جو جزائر انڈمان (ANDAMAN) میں کمشنر تھے اور ایک زمانہ میں ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ ایک شخص قادیان میں بیٹھا لکھتا ہے کہ میں مسیح ہوں اور اس طرح وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے۔ آج تک اس شخص کو کسی نے پکڑا کیوں نہیں؟ اتفاقاً ایک منافق احمدی نے ایک پادری سے کچھ پیسے لیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام لگایا کہ آپ نے اسے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اور اس کے ساتھیوں نے ڈپٹی کمشنر ضلع امرتسر کے پاس نالش کردی اور انہوں نے آپ کے نام وارنٹ جاری کردیا۔ لیکن اتفاقاً وہ وارنٹ کسی کاپی میں پڑا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ان لوگوں نے ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی کہ اتنی دیر سے مقدمہ پیش ہے آپ نے ایکشن کیوں نہیں لیا؟ تو اُس نے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کو لکھا کہ میں نے اتنا عرصہ ہوا فلاں شخص کے نام وارنٹ جاری کیا تھا لیکن مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور (سر ڈگلس) نے جواب دیا کہ میرے پاس وارنٹ آیا ہی نہیں۔ دوسرے میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ ملزم مذکور کے نام وارنٹ جاری کرنے کا اختیار آپ کو حاصل نہیں۔ وہ میرے علاقہ میں رہتا ہے اس لیے اگر اس کے نام وارنٹ جاری کرسکتا تھا تو میں کرسکتا تھا۔ اِس پر ڈپٹی کمشنر ضلع امرتسر نے ساری مسل اُس کے پاس

بھیج دی۔ یہ شخص جیسا کہ میں نے بتایا ہے اتنا متعصب تھا کہ اس مقدمہ سے چند دن پہلے اُس نے کہا تھا کہ قادیان میں ایک شخص نے مسیح کا دعوٰی کیا ہے اور اس طرح وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے۔ اُس کو آج تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں؟ جب مسل آئی تو مسل خواں نے کہا جناب والا! یہ کیس وارنٹ کا نہیں بلکہ سمن کا کیس ہے اس لیے وارنٹ جاری نہیں کیا جا سکتا سمن بھیجا جا سکتا ہے۔ اُن دنوں جلال الدین ایک انسپکٹر پولیس تھے جو احمدی تو نہیں تھے لیکن بڑے ہمدرد انسان تھے۔ انہوں نے بھی ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی کہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ وارنٹ جاری کیا جا رہا ہے۔ یہ وارنٹ کا کیس نہیں سمن کا کیس ہے۔ لہذا وارنٹ کی بجائے سمن بھیجنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام سمن جاری کیا گیا اور انہی جلال الدین صاحب کو اس کی تعمیل کرنے کے لیے قادیان بھیجا گیا۔ چنانچہ بعد میں مقررہ تاریخ پر آپ بٹالہ حاضر ہوئے جہاں ڈپٹی کمشنر صاحب دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ جب آپ عدالت میں پہنچے تو وہی ڈپٹی کمشنر جس نے چند دن پہلے کہا تھا کہ یہ شخص خداوند یسوع کی ہتک کر رہا ہے اس کو کوئی پکڑتا کیوں نہیں؟ اُس نے آپ کا بہت اعزاز کیا اور عدالت میں کُرسی پیش کی اور کہا آپ بیٹھے بیٹھے میری بات کا جواب دیں۔ اِس مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی بطور گواہ مدعی کی طرف سے پیش ہوئے۔ عدالت کے باہر ایک بڑا ہجوم تھا اور لوگ بڑے شوق سے مقدمہ سننے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ جب مولوی محمد حسین صاحب عدالت میں پہنچے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کرسی پر بیٹھے دیکھا تو انہیں آگ لگ گئی۔ وہ سمجھتے تھے کہ میں جاؤں گا تو عدالت میں مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی اور بڑی ذلّت کی حالت میں وہ پولیس کے قبضہ میں ہوں گے۔ اب دیکھو یہ مقدمہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پیش ہوا تھا اور مدعی بھی ایک انگریز پادری تھا (ڈاکٹر مارٹن کلارک کے متعلق مشہور تھا کہ وہ انگریز ہے لیکن درحقیقت وہ کسی پٹھانی کی نسل میں سے تھا جس نے ایک انگریز سے شادی کی ہوئی تھی) اور مولوی محمد حسین صاحب جیسے مشہور عالم بطور گواہ پیش ہو رہے تھے۔ مگر پھر بھی دشمن ناکام و نامراد رہا اور جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعزاز کیا گیا وہاں آپ کے مخالفین کو ذلّت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کو کرسی پیش کی گئی ہے تو انہوں نے کہا بڑی عجیب بات ہے کہ میں گواہ ہوں مگر مجھے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا ہے اور مرزا صاحب ملزم ہیں مگر انہیں کرسی دی گئی ہے اور اس طرح ان کا

اعزاز کیا گیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر کو یہ بات بُری لگی۔ اُس وقت انگریز مولویوں کو بہت ذلیل سمجھتے تھے۔ وہ کہنے لگا ہماری مرضی ہے ہم جسے چاہیں کرسی پر بٹھائیں اور جسے چاہیں کرسی نہ دیں۔ ان کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ ان کا خاندان کرسی نشین ہے اس لیے میں نے انہیں کرسی دی ہے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ مولوی محمد حسین صاحب کہنے لگے کہ میں اہلِ حدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور میں گورنر کے پاس جاتا ہوں تو وہ بھی مجھے کرسی دیتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر کہنے لگا تُو بڑا جاہل آدمی ہے۔ ملنے جانے اور گواہ کے طور پر عدالت میں پیش ہونے میں بہت فرق ہے۔ ملنے کو تو کوئی چوڑھا بھی آئے تو ہم اس کو کرسی دیتے ہیں اور تُو تو اِس وقت عدالت میں پیش ہے۔ اِس پر بھی مولوی محمد حسین صاحب کو تسلی نہ ہوئی۔ وہ کچھ آگے بڑھے اور کہنے لگے نہیں نہیں مجھے کرسی دینی چاہیے۔ ڈپٹی کمشنر کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا بک بک مت کر! پیچھے ہٹ اور جوتیوں میں کھڑا ہو جا۔ چپڑاسی تو دیکھتے ہی ہیں کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی نظر کس طرف ہے۔ چپڑاسی نے جب ڈپٹی کمشنر صاحب کے الفاظ سنے تو اس نے مولوی محمد حسین صاحب کو بازو سے پکڑ کر جوتیوں میں لا کھڑا کیا۔ جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ میری ذلّت ہوئی ہے باہر ہزاروں آدمی کھڑے ہیں۔ اگر انہیں میری اِس ذلّت کا علم ہوا تو وہ کیا کہیں گے۔ تو کمرہ عدالت سے باہر نکلے۔ برآمدہ میں ایک کرسی پڑی تھی۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ ذلّت کو چھپانے کا بہترین موقع ہے جھٹ کرسی کھینچی اور اُس پر بیٹھ گئے اور خیال کر لیا کہ لوگ کرسی پر بیٹھے دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے اندر بھی کرسی ملی تھی۔ چپڑاسی نے دیکھ لیا۔ وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کا انداز دیکھ چکا تھا۔ اُس نے مولوی محمد حسین صاحب کو کرسی پر بیٹھے دیکھ کر خیال کیا کہ اگر ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں یہاں بیٹھا دیکھ لیا تو وہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔ اس خیال کے آنے پر اس نے مولوی صاحب کو وہاں سے بھی اُٹھا دیا اور کہا کہ کرسی خالی کر دیں۔ چنانچہ برآمدہ والی کرسی بھی چُھوٹ گئی۔ باہر آ گئے تو لوگ چادریں بچھائے انتظار میں بیٹھے تھے کہ مقدمہ کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ایک چادر پر کچھ جگہ خالی دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ یہ چادر میاں محمد بخش صاحب مرحوم بٹالوی کی تھی جو مولوی محمد حسین صاحب مربی سلسلہ کے والد تھے اور اُس وقت غیر احمدی تھے بعد میں وہ احمدی ہو گئے، انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو اپنی چادر پر بیٹھے دیکھا تو غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے۔ میری چادر چھوڑ! تُو نے تو میری چادر پلید کر دی ہے۔ تُو مولوی ہو کر عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے۔ چنانچہ

اُس چادر سے بھی انہیں اٹھنا پڑا۔ اور اس طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا۔ تو دیکھو! یہ آیاتِ بیّنات ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دشمن کے ہاتھوں سے بری فرمایا۔

پھر اس پر ہی بس نہیں سر ڈگلس کو خدا تعالیٰ نے اَور نشانات بھی دکھائے جو مرتے دم تک انہیں یاد رہے اور انہوں نے خود مجھ سے بھی بیان کیے۔ 1924ء میں جب میں انگلینڈ گیا تو انہوں نے یہ سارا قصّہ مجھ سے بیان کیا۔ سر ڈگلس کے ایک ہیڈ کلرک تھے جن کا نام غلام حیدر تھا وہ راولپنڈی کے رہنے والے تھے بعد میں وہ تحصیلدار ہو گئے تھے۔ معلوم نہیں وہ اب زندہ ہیں یا نہیں۔ اور زندہ ہیں تو کہاں ہیں۔ پہلے وہ سرگودھا میں ہوتے تھے۔ انہوں نے خود مجھے یہ قصّہ سنایا اور کہا جب ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک والا مقدمہ ہوا تو میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کا ہیڈ کلرک تھا۔ جب عدالت ختم ہوئی تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا ہم فوراً گورداسپور جانا چاہتے ہیں۔ تم ابھی جا کر ہمارے لیے ریل کے کمرہ کا انتظام کرو۔ چنانچہ میں مناسب انتظامات کرنے کے لیے ریلوے اسٹیشن پر آ گیا۔ میں اسٹیشن سے باہر نکل کر برآمدہ میں کھڑا تھا تو میں نے دیکھا کہ سر ڈگلس سڑک پر ٹہل رہے ہیں۔ وہ کبھی اِدھر جاتے ہیں اور کبھی اُدھر۔ اُن کا چہرہ پریشان ہے۔ میں اُن کے پاس گیا اور کہا صاحب! آپ باہر پھر رہے ہیں میں نے ویٹنگ روم میں کرسیاں بچھائی ہوئی ہیں آپ وہاں تشریف رکھیں۔ وہ کہنے لگے منشی صاحب! آپ مجھے کچھ نہ کہیں میری طبیعت خراب ہے۔ میں نے کہا کچھ بتائیں تو سہی آخر آپ کی طبیعت کیوں خراب ہوگئی ہے تا کہ اس کا مناسب علاج کیا جا سکے۔ اس پر وہ کہنے لگے جب سے میں نے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہے اُس وقت سے مجھے یوں نظر آتا ہے کہ کوئی فرشتہ مرزا صاحب کی طرف ہاتھ کر کے مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب گنہگار نہیں، ان کا کوئی قصور نہیں۔ پھر میں نے عدالت کو ختم کر دیا اور یہاں آیا تو اَب ٹہلتا ٹہلتا جب اُس کنارے کی طرف نکل جاتا ہوں تو وہاں مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتے ہیں میں نے یہ کام نہیں کیا یہ سب جھوٹ ہے۔ پھر میں دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں بھی مرزا صاحب کھڑے نظر آئے ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ سب جھوٹ ہے میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اگر میری یہی حالت رہی تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا صاحب! آپ چل کر ویٹنگ روم میں بیٹھیے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی انگریز ہیں اُن کو بلا

لیتے ہیں۔ شاید اُن کی باتیں سن کر آپ تسلی پا جائیں۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کا نام لیمار چنڈ تھا۔ سرڈگلس نے کہا انہیں بلوالو۔ چنانچہ میں انہیں بلا لایا۔ جب وہ آئے تو سرڈگلس نے اُن سے کہا دیکھو! یہ حالات ہیں۔ میری جنون کی سی حالت ہو رہی ہے۔ میں اسٹیشن پر ٹہلتا ہوں اور گھبرا کر اُس طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور اُن کی شکل مجھے کہتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں مجھ پر جھوٹا مقدمہ کیا گیا ہے۔ پھر دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں یہ سب کچھ جھوٹ ہے جو کیا جا رہا ہے۔ میری یہ حالت پاگلوں کی سی ہے۔ اگر تم اس سلسلہ میں کچھ کر سکتے ہو تو کرو ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ لیمار چنڈ نے کہا اِس میں کسی اَور کا قصور نہیں آپ کا اپنا قصور ہے۔ آپ نے گواہ کو پادریوں کے حوالے کیا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو کچھ اُسے سکھاتے ہیں وہ عدالت میں آکر بیان کر دیتا ہے۔ آپ اُسے پولیس کے حوالے کریں اور پھر دیکھیں کہ وہ کیا بیان دیتا ہے۔ چنانچہ اُسی وقت سرڈگلس نے کاغذ قلم منگوایا اور حکم دے دیا کہ عبدالحمید کو پولیس کے حوالہ کیا جائے اور حکم کے مطابق عبدالحمید کو پادریوں سے لے لیا گیا اور پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ دوسرے دن یا اُسی دن اُس نے فوراً اقرار کر لیا کہ میں جھوٹ بولتا رہا ہوں۔ لیمار چنڈ کا بیان ہے کہ میں نے اُسے سچ سچ بیان دینے کے لیے کہا تو اُس نے پہلے تو اصرار کیا کہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ مرزا صاحب نے مجھے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ لیکن میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص پادریوں سے ڈرتا ہے۔ چنانچہ میں نے کہا میں نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے حکم لے لیا ہے کہ اب تمہیں پادریوں کے پاس نہیں جانے دیا جائے گا۔ اب تم پولیس کی حوالات میں ہی رہو گے۔ تو وہ میرے پاؤں پر گر گیا اور کہنے لگا صاحب! مجھے بچالو۔ میں اب تک جھوٹ بولتا رہا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا کہ صاحب! آپ دیکھتے نہیں تھے کہ جب میں گواہی کے لیے عدالت میں پیش ہوتا تھا تو میں ہمیشہ ہاتھ کی طرف دیکھتا تھا۔ اِس کی وجہ یہ تھی کہ جب پادریوں نے مجھے کہا کہ جاؤ اور عدالت میں بیان دو کہ مجھے مرزا صاحب نے ہنری مارٹن کلارک کے قتل کے لیے بھیجا تھا اور امرتسر میں مجھے فلاں مستری کے گھر میں جانے کے لیے ہدایت دی تھی (یہ دوست مستری قطب الدین صاحب تھے جن کا ایک پوتا اس وقت جامعہ احمدیہ میں پڑھتا ہے) تو میں نے کہا میں تو وہاں کے احمدیوں کو جانتا بھی نہیں۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہے گا اس پر مستری صاحب کا نام کوئلہ کے ساتھ

میری ہتھیلی پر لکھ دیتے تھے۔ جب میں گواہی دینے آتا تھا اور ڈپٹی کمشنر صاحب مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ تمہیں امرتسر میں کس کے گھر بھیجا گیا تھا۔ تو میں ہاتھ اُٹھاتا تھا اور اُس پر سے نام دیکھ کر کہہ دیتا تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے فلاں احمدی کے پاس بھیجا تھا۔ غرض اُس نے ساری باتیں بتا دیں اور سرڈگلس نے اگلی پیشی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بری کر دیا۔ تو دیکھو! یہ سب واقعات ہمارے لیے آیاتِ بیّنات ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے سرڈگلس کے لیے اَور آیاتِ بیّنات بھی پیدا کیں۔ ایک آیتِ بیّنہ یہ تھی کہ انہیں ٹہلتے ٹہلتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر نظر آتی تھی اور وہ تصویر کہتی تھی کہ میں بے گناہ ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں۔

پھر انہوں نے خود مجھے سنایا کہ ایک دن میں گھر میں بیٹھا ہوا تھا اور ایک ہندوستانی آئی۔سی۔ایس آیا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ اپنی زندگی کے عجیب حالات میں سے کوئی ایک واقعہ بتائیں تو میں نے اسے یہی مرزا صاحب والا واقعہ سنایا۔ میں یہ واقعہ سنا رہا تھا کہ بیرے نے ایک کارڈ لا کر دیا اور کہا باہر ایک آدمی کھڑا ہے جو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا اُس کو اندر بلا لو۔ جب وہ شخص اندر آیا تو میں نے کہا نوجوان! میں آپ کو جانتا نہیں۔ آپ کون ہیں؟ اس نوجوان نے کہا آپ میرے والد کو جانتے ہیں۔ آپ ان کے واقف ہیں۔ ان کا نام پادری وارث دین تھا۔ میں نے کہا ہاں! میں ابھی ان کا ذکر کر رہا تھا۔ وہ نوجوان کہنے لگا ابھی تار آئی ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ وارث دین ایک پادری تھا جس نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو خوش کرنے کے لیے اُس کی طرف سے یہ ساری کارروائی کی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ نے ڈپٹی کمشنر صاحب پر حق کھول دیا اور خود جو گواہ تھا اُس نے بھی اقرار کر لیا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے یہ سب جھوٹ ہے۔ مگر عین اُس وقت جب سرڈگلس وارث دین کا ذکر کر رہے تھے اُس کے بیٹے کا وہاں آنا اور اپنے والد کی وفات کی خبر دینا عجیب اتفاق تھا۔ سرڈگلس اپنی موت تک جس احمدی کو بھی ملتے رہے اُسے یہ واقعہ بتاتے رہے۔ انہوں نے مجھے بھی یہ واقعہ سنایا۔ چودھری فتح محمد صاحب اور چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی یہ واقعہ سنایا۔ 1924ء میں جب میں وہاں گیا تھا تو اُن کی صحت اچھی تھی۔ یہ بتیس سال قبل کی بات ہے۔ اب وہ ترانوے سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں۔ اِس لحاظ سے 1924ء میں ان کی عمر اکسٹھ سال تھی۔ اِس دفعہ جب میں انگلینڈ گیا تو میں نے انہیں بلایا تو انہوں نے معذرت کر دی اور کہا میں اب بڈھا ہو گیا ہوں اور

بہت کمزور ہوں۔اب میرے لیے چلنا پھرنا مشکل ہے۔اب سنا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔تو مجھے افسوس ہوا کہ موٹر ہمارے پاس تھی۔ہم موٹر میں ہی انہیں منگوا لیتے یا ان کے گھر چلے جاتے۔

تو یہ آیاتِ بینات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا رہتا ہے۔مومن کو چاہیے کہ وہ سچے معنوں میں مومن بننے کی کوشش کرے۔اگر وہ حقیقی مومن بنے تو اللہ تعالیٰ ضرور غیب سے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جن سے اُس کا ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے۔اور درحقیقت ایسے ایمان کے بغیر کوئی مزہ بھی نہیں۔جس ایمان نے آنکھیں نہ کھولیں اور انسان کو اندھیرے میں رکھا اسکا کیا فائدہ۔جو اِس جہاں میں اندھا رہے گا وہ دوسرے جہاں میں بھی اندھا رہے گا۔اور جسے اس جہان میں آیاتِ بیّنات نظر نہیں آتیں اُس کو اگلے جہان میں بھی آیاتِ بیّنات نظر نہیں آئیں گی۔اِس دنیا میں آیاتِ بیّنات نظر آئیں تو دوسری دنیا میں بھی آیاتِ بیّنات نظر آتی ہیں۔

پس مومن کو ہمیشہ دعاؤں اور ذکرِ الٰہی میں لگے رہنا چاہیے کہ وہ دن اُسے نصیب ہو۔جب اللہ تعالیٰ اسلام اور اپنی ذات کی سچائی اُس کے لیے کھول دے اور اُس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منور چہرہ اور خدا تعالیٰ کا نورانی چہرہ نظر آ جائے۔جب یہ ہو جائے تو پھر رات اور دن اور سال، تکلیف کے سال ہوں یا خوشی کے سال ہوں اس کے لیے برابر ہو جاتے ہیں۔اور چاہے کچھ بھی ہو ایسا آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے اور مطمئن رہتا ہے وہ کسی سے ڈرتا نہیں۔

جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب کرم دین بھین والا مقدمہ ہوا تو مجسٹریٹ ہندو تھا۔آریوں نے اُسے ورغلایا اور کہا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرور کچھ سزا دے اور اُس نے ایسا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ بات سنی تو وہ ڈر گئے۔وہ کہنے لگے حضور! بڑے فکر کی بات ہے۔آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے۔آپ کسی طرح قادیان تشریف لے چلیں اور گورداسپور میں مزید عرصہ نہ ٹھہریں۔اگر آپ گورداسپور میں ٹھہرے تو مجسٹریٹ نے کل آپ کو کوئی نہ کوئی سزا ضرور دے دینی ہے۔حضرت صاحب نے فرمایا خواجہ صاحب! اگر میں قادیان چلا جاؤں تو وہاں سے بھی مجھے پکڑا جا سکتا ہے۔پھر میں کہاں جاؤں گا؟ مجسٹریٹ کو اختیارات حاصل ہیں۔اگر قادیان گیا تو وہاں بھی

وارنٹ آ سکتے ہیں۔ اور وہاں سے کسی دوسری جگہ گیا تو وہ بھی محفوظ جگہ نہیں ہوگی وہاں بھی وارنٹ جاری کیے جاسکتے ہیں۔ پھر میں کہاں کہاں بھاگتا پھروں گا؟ خواجہ صاحب کہنے لگے حضور! آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹے ہوئے تھے۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا خواجہ صاحب! آپ کیوں پریشان ہو گئے ہیں؟ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ چنانچہ یہی ہوا۔ دو مجسٹریٹ تھے جن کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ اُن دونوں کو بڑی سخت سزا ملی۔ ان میں سے ایک تو معطّل ہوا اور ایک کا بیٹا پاگل ہو گیا اور چھت پر سے چھلانگ مار کر مر گیا۔ پھر اُس پر یہ اثر تھا کہ میں دلّی جا رہا تھا کہ وہ لدھیانہ کے اسٹیشن پر مجھے ملا اور کہنے لگا۔ دعا کریں میرا ایک اَور بیٹا ہے خدا تعالیٰ اُسے بچا لے۔ مجھ سے بہت غلطیاں ہوئی ہیں۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ بات پوری ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ اور آریوں کو اُن کے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ پس اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے تو پھر دنیا کی ہر شے اُس کی ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ

جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو 10

یعنی اگر تُو خدا تعالیٰ کا ہو جائے تو سب جہاں تیرا ہو جائے گا دنیا کی کوئی چیز تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکے گی اور کوئی دشمن تمہارے خلاف کوئی شرارت نہیں کر سکے گا۔

پس تم اللہ تعالیٰ کے بنو اور دعا کرتے رہو تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ اور اس طرح تم بھی امن میں آ جاؤ اور تمہاری اولاد اور دوسرے عزیز اور دوست بھی امن میں آ جائیں۔ یاد رکھو! جب تک جماعت امن میں نہیں رہے گی تم بھی امن میں نہیں رہ سکتے۔ اور جماعت اُسی وقت امن میں رہ سکتی ہے جب تمہاری آئندہ نسل امن میں ہو۔ پس تم سب کے لیے دعائیں کرو۔ جماعت کے لیے ہی دعائیں نہ کرو بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے بھی دعائیں کرو۔ پھر سب سے زیادہ مستحق دعا کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر سب لوگ آپؐ پر ایمان لے آئیں تو دنیا نجات پا جائے۔ پس وہ دعا کریں جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی فائدہ پہنچے

اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد زیادہ ہو اور تا خدا تعالیٰ دنیا میں اسلام قائم کر دے اور ہر جگہ اسلام کی عزت اور توقیر ہو"۔ (الفضل 30 مارچ 1957ء)

1: النور: 47

2: السيرة النبوية لابن هشام ۔الجزء الثانی صفحہ 875، 876۔ حزن الرسول على حمزة و توعدهٔ المشركين بالمثلة. دمشق 2005ء

3: السيرة الحلبية جلد3 صفحه 198 مطبوعه بيروت 1433ھ

4: الاستيعاب فی معرفة الاصحاب جلد3 صفحه 191 مطبوعه بيروت 1995ء

5: السيرة الحلبية الجزء الثالث صفحہ 198 مطبوعہ بیروت 2012ء

6: مسلم كتاب الايمان باب كَوْن الاسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قبلهٗ

7: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (الرعد: 42)

8: تفسير رازی جلد 29 صفحہ 307 مطبوعہ طہران 1328ھ

9: يزيد: اسد الغابة کے مطابق حضورؐ کے دور میں 100 افراد کا نام یزید تھا۔ ان میں سے ایک حضرت ابوسفیان کے بیٹے بھی تھے۔ یہ حضرت معاویہ کے بھائی اور حضرت ابوسفیان کے خاندان میں بہترین آدمی تھے۔ انہیں یزید الخیر کہتے تھے۔ ان کی کنیت ابو خالد تھی۔ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔ غزوہ حنین میں شریک تھے۔ (اسد الغابة اردو جلد سوم صفحہ 364 مطبوعہ لاہور 2011ء)

10: تذکرہ صفحہ 390۔ ایڈیشن چہارم 2004ء